معازف و مزامیر کا شرعی حکم(۳)

مولانا عبدالغفار حسن

چند شبہات اور ان کا ازالہ

موسیقی اور معازف و مزامیر کی حرمت پر چند شبہات بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ ذیل میں یہ شبہات مع جواب درج ہیں تاکہ اس بحث کا کوئی پہلو بھی تشنہ اور نامکمل نہ رہنے پائے۔

(۱) اگر واقعی معازف و مزامیر ایسی ہی شدید وعید کے موجب تھے تو ان کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں آیا؟

(۲) بعض صحابہؓ و تابعینؒ اور سلف صالحینؒ سے معازف کے استعمال یا سماعِ غناء کا ثبوت ملتا ہے' اس کی کیا توجیہ کی جائے گی؟

گزشتہ اشاعتوں میں صحیح بخاری کی روایت (جس میں گانے بجانے کے آلات کی مذمت ہے) کی تشریح کرتے ہوئے ان احادیث کا مفہوم متعین کیا گیا تھا جن سے گانے بجانے کو "سنتِ نبوی" ثابت کیا جاتا ہے۔ آج کی اشاعت میں اس شبہ کا ازالہ مقصود ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قرآن خاموش ہے' محض حدیث کی بنا پر کسی شے کی حرمت و حلت کا فتویٰ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ اولاً تو یہ موقف ہی غلط ہے کہ جس چیز کے بارے میں قرآن بظاہر خاموش ہو اس کی حلت و حرمت کا فتویٰ سنت کی بنا پر نہیں دیا جا سکتا۔ یہ الگ مستقل موضوع ہے' اس پر تفصیلی گفتگو کسی دوسرے موقع پر ہو سکتی ہے۔ یہاں موضوع کی مناسبت کے لحاظ سے صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ قرآن مجید نے حلت و حرمت کے ایسے واضح اصول اور ضابطے مقرر کر دیئے ہیں کہ ان کی روشنی میں معازف و مزامیر کی حلت و حرمت کا فیصلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

سورۂ لقمان کے شروع میں پہلے ان لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جو قرآن مجید سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے غلط قسم کے مشاغل کی بنا پر قرآنی ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝﴾ (لقمان: ٦)

ترجمہ: "بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو "لہوالحدیث" خریدتے ہیں تاکہ بغیر کسی دلیل کے خدا کی راہ سے بھٹکائیں اور اسے مذاق بنائیں۔ یہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔"

"لَهو" کے معنی امام راغب اصفہانی کی تحقیق کے مطابق یہ ہیں:۔

اللّهو ما يشغل الانسان عما يعنيه و يهمّه (مفردات راغب' ص ۴۷۱)

"لہو ہر اس شے کو کہتے ہیں جو انسان کو اس کے مقصد سے ہٹا دے۔"

امام شوکانی لکھتے ہیں:۔

لهو الحديث كلّ ما يُلهي من الخير من الغناء و الملاهي' و الاحاديث المكذوبة و كل ما هو منكر (تفسیر فتح القدیر' ج ۴' ص ۲۶۲)

"لہوالحدیث سے مراد ہر وہ شے ہے جو نیک کاموں سے غافل کر دے۔ گانا بجانا' بے سروپا داستانیں اور ہر قسم کا منکر اس کے تحت آسکتا ہے۔"

عام تجربہ اور مشاہدہ یہی ہے کہ جس قوم میں "معازف و مزامیر (گانے بجانے کے آلات) نے مقبولیت حاصل کی وہ صراط مستقیم سے ہٹ کر فواحش و منکرات کے سیلاب سے نہ بچ سکی۔ اسی بنا پر اکثر صحابہ کرام نے لہوالحدیث کی تفسیر میں غناء کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ سنتِ نبوی سے بھی اسی تفسیر کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

مشہور مفسر امام قرطبی لکھتے ہیں:۔

انّ اولى ما قيل في هذا الباب هو تفسير لهو الحديث بالغناء قال و هو قول الصحابة و التابعين (تفسیر فتح القدیر' ج ۴' ص ۲۶۲)

"لہو الحدیث کی تفسیر میں جتنے بھی اقوال پائے جاتے ہیں ان میں سب سے راجح قول اس کا ہے جس نے لہو الحدیث سے غناء مراد لیا ہے، یہ صحابہ اور تابعین کا قول ہے۔"

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ان تمام تفسیری اقوال میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں پایا جاتا کیونکہ ان سب کا اصل مرکزی معنیٰ وہی ہے جس کی وضاحت امام راغب اور امام شوکانی کی زبانی مذکورہ بالا سطور میں کی جا چکی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ "لھو الحدیث" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

هو الغناء، واللّٰہِ الّذی لا الٰہ الا هو، یرددها ثلاثا

(ابن کثیر، ج ۳، ص ۴۴۱)

"لہو الحدیث سے مراد غناء ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں ہے۔ یہ کلمہ حضرت عبداللہ نے تین بار فرمایا۔"

اس تفسیر و تشریح میں حضرت ابن مسعودؓ تنہا نہیں ہیں بلکہ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر اور اکابر تابعین، عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، مکحول، عمرو بن شعیب، حسن بصری بھی ان کے ہم نوا ہیں۔

قرآن فہمی میں تفسیر صحابہ کو جو اہمیت حاصل ہے اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ امام حاکم لکھتے ہیں:۔

ان تفسیر الصحابی الذی شهد الوحی والتنزیل عند الشیخین حدیث مسند (اغاثۃ اللھفان، ص ۱۲۹)

"ایسے صحابی کی تفسیر جس نے وحی اور نزول قرآن کا زمانہ پایا ہو امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک مسند حدیث کے حکم میں ہے۔"

امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

"بعد والوں کی بہ نسبت صحابہ کرام کی تفسیر کو قبول کرنا زیادہ بہتر ہو گا۔ قرآن ان کے سامنے نازل ہوا۔ وہ قرآن کے پہلے مخاطب تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی قرآن کی قولی اور عملی تفسیر کا ان کی نگاہوں نے خود مشاہدہ کیا تھا، زبان کے لحاظ سے فصاحت و بلاغت میں جو ان کا نمایاں مقام تھا اس کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس لئے بغیر کسی قوی دلیل کے ان کی تفسیر سے انحراف کیسے کیا جا سکتا ہے"؟(اغاثۃ اللہفان، ص ۱۲۹)

اس آیت کی وضاحت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "لہوالحدیث" کی حرمت اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ اضلال (گمراہ کرنا) مقصود ہو۔ کیونکہ قرآن میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ" فرمایا گیا ہے، اب اگر محض تفریح نفس مقصود ہو تو اس صورت میں گانے بجانے کو حرام کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے؟

واضح رہے کہ "لِيُضِلَّ" میں "لامِ علت" بھی مانا جا سکتا ہے۔ یعنی لہوالحدیث اختیار کرنے کا اصل مقصود لوگوں کو گمراہ کرنا ہو۔ نیز اس لام کو "لامِ عاقبت" بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یعنی آخر کار نتیجہ ہی یہ نکلتا ہے کہ معازف و مزامیر کے شیدائی راہ حق سے ہٹ کر ضلالت کی وادیوں میں خود بھی گم ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی گمراہی اور بے راہ روی کا بھی باعث بنتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو جو لطف و سرور رقص و سرود کی محفلوں میں حاصل ہوتا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی وہ قرآن اور ذکرِ الٰہی میں محسوس نہیں کرتے بلکہ قرآن کی تلاوت ایسے لوگوں کے لئے انتہائی انقباض اور وحشت کا موجب بنتی ہے۔ حقیقت میں ان کا وہی حال ہوتا ہے جس کا نقشہ قرآن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾ (لقمان: ۷)

"جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ غرور و تکبر کرتا ہوا پلٹ جاتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے دونوں کانوں میں بہرہ پن ہے۔"

سورۃ المدثر میں قرآن سے وحشت کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے:

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝﴾

"ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے اس طرح روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ جنگلی گدھے ہیں جو کسی شیر کی صورت سے بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔"

قرآن سے اعراض

امام ابن تیمیہؒ غناء اور سماع کے نقصان اور نفع کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لیکن ان کی مضرت نفع سے زیادہ ہی ہے' ٹھیک اسی طرح جس طرح شراب اور قمار میں لوگوں کے لئے بعض فائدے ہیں' مگر ان کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے ان کی اجازت نہیں دی اور یہ اس لئے کہ شریعت راجح مصلحت ہی کا لحاظ کرتی ہے۔ جس چیز میں مصلحت کا امکان قوی ہوتا ہے شریعت اسے مستحسن رکھتی ہے' لیکن جس میں نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی"۔

اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی شخص پانچ درہم چوری کرے اور پھر دو درہم خیرات کر ڈالے تو خیرات کرنا اگرچہ نیک کام ہے مگر اس کی وجہ سے چوری مباح نہ ہوگی۔ یہی حال سماع اور غناء کا ہے' اس میں کبھی کوئی نفع بھی ہو سکتا ہے' مگر اس کی مضرت بہرحال نفع سے زیادہ ہی ہے۔ یہ نفس میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے' جذبات بر انگیختہ ہو جاتے ہیں۔ جب اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے تو آدمی کو قرآن کی تلاوت و سماع میں کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی' بلکہ کبھی قرآن سے بیزاری ہو جاتی ہے' اس کا سماع نفس کے لئے بار گراں بن جاتا ہے اور نفرت اور وحشت بڑھ جاتی ہے۔ جس طرح صادق مسلمانوں کی طبیعت پر تورات' انجیل اور اہل کتاب و صائبین کے علوم کی تحصیل گراں ہوتی ہے اسی طرح گانے بجانے کے دلدادہ کے لئے قرآن کی تلاوت و سماع میں گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس چیز کی یہی مضرت کیا کم ہے کہ آدمی کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے شغف باقی نہیں رہتا۔

کراہت و نفرت

چونکہ سماع سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں بلکہ اکثر اوقات اس سے وہ بات حاصل ہوتی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول ناپسند کرتے ہیں بلکہ اس سے نفرت رکھتے ہیں' اسی لئے سماع کا حکم نہ اللہ نے دیا نہ اس کے رسول نے' نہ سلف صالحین نے اور نہ مشائخ کرام نے۔

ممانعت کی وجہ

نفس پر آواز کا اثر اوقات و حالات کے اختلاف سے ہوا کرتا ہے' کبھی مسرت پیدا ہوتی ہے' کبھی غم کی کیفیت طاری ہوتی ہے' کبھی غصہ آجاتا ہے' کبھی کوئی اور جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔ سریلی اور رسیلی آواز بھی انسان کو اس طرح مست کر دیتی ہے جس طرح شراب سے مستی پیدا ہو جاتی ہے۔ مستی کے معنی یہ ہیں کہ نفس پر لذت اس درجہ حاوی ہو جائے کہ عقل و فہم باقی نہ رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی لذت جس کی موجودگی میں عقل و فہم غائب ہو جائے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی' بلکہ مضر ہوتی ہے۔ ذکرالٰہی اور نماز سے غافل کر دیتی ہے' عداوت اور پھوٹ پیدا کر دیا کرتی ہے۔ (رسالۃ الرقص والسماع' ص ۵۰)

اس موقع پر یہ حقیقت بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہنی چاہئے کہ قرآن مجید میں شراب اور جوئے کی حرمت بیان کرتے ہوئے اس کی علت اور وجہ یہ بتلائی ہے کہ ان دونوں کے ذریعہ شیطان انسانوں کے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے' اللہ کی یاد اور نماز سے روکتا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:۹۱)

"شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈلوادے۔ اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے۔ پس کیا تم ان کاموں سے باز رہو گے (یا نہیں؟)

کیا غناء اور سماع کے جواز کے لئے جو استدلال پیش کیا گیا ہے کیا بعینہٖ وہ شراب اور جوئے کی حلت پر چسپاں نہیں ہو سکتا؟ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ شراب اور جوئے سے ہماری دلچسپی محض تفریح نفس کے لئے ہے' نہ کہ لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور اللہ کی یاد سے روکنے کے لئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ "لہوالحدیث" غناء اور گانے بجانے کے آلات سے دلچسپی رفتہ رفتہ انسان کو راہ حق سے ہٹا دیتی ہے اور آخر کار نتیجہ ضلال (گمراہ ہونے) اور اِضلال

النَّاس (لوگوں کو گمراہ کرنے) کی شکل ہی میں نمودار ہوتا ہے۔
واضح رہے کہ زیر بحث آیت میں "لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ" میں "لام عاقبت" ماننا بے بنیاد نہیں ہے' قرآن مجید سے اس کی مثال ملتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی والدہ نے ان کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا۔ بعد میں فرعونیوں نے ان کو اٹھالیا' قرآن مجید نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

﴿فَالْتَقَطَهُ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ (القصص:۸)

"پس اسے (حضرت موسیٰؑ کو) فرعونیوں نے اٹھالیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمنی اور غم کا باعث بنے۔"

اس آیت میں "لامِ علت" کسی صورت میں مراد نہیں ہو سکتا' یہاں لام عاقبت ہی مراد ہے' یعنی موسیٰ علیہ السلام کو اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فرعونیوں کے لئے عداوت اور مصیبت کا موجب بن گئے۔

غناء اور معازف و مزامیر کی حرمت پر قرآن مجید کی دوسری آیات سے بھی اہل علم نے استدلال کیا ہے' لیکن اس موقع پر صرف اسی ایک آیت کی تشریح پر اکتفا کی جاتی ہے۔

دوسرا شبہ

بعض حامیانِ موسیقی صحابہ کرامؓ' تابعینؒ اور سلف صالحینؒ کے ناموں کی ایک طویل فہرست پیش کرتے ہیں کہ "یہ سب حضرات نہ صرف یہ کہ گانے بجانے کے حامی تھے بلکہ عملاً اس میں دلچسپی بھی لیا کرتے تھے' پھر دلچسپی بھی ایسی کہ بعض اوقات پوری رات اسی شغل میں گزار دیا کرتے تھے۔"

خیرالقرون کا مسلک

لیکن اصل حقیقت وہی ہے جسے امام ابن تیمیہؒ نے پیش کیا ہے۔ تالیاں بجانا' گانا' ڈھول بجانا' بانسریاں بجانا' ایسی مجلسوں میں شریک ہونا اور اسے عبادت و دین سمجھنا اسلام سے نہیں ہے۔ نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے' نہ آپ کے خلفاء نے

اسے روا رکھا ہے' نہ مسلمانوں کے کسی امام نے اسے مستحسن قرار دیا ہے۔ دین داروں میں سے کسی نے بھی کبھی یہ فعل نہیں کیا' نہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں' نہ صحابہؓ کے زمانہ میں' نہ تابعینؒ کے زمانہ میں نہ تبع تابعینؒ کے زمانہ میں' بلکہ خیرالقرون میں کوئی مسلمان بھی اس قسم کے سماع میں کبھی شریک نہیں ہوا۔ نہ حجاز میں' نہ شام میں' نہ یمن میں' نہ عراق میں' نہ خراسان میں' نہ مغرب میں' نہ مصر میں' بلکہ یہ چیز سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ تیسرے قرن میں یہ ایجاد کی گئی' اسی لئے امام شافعی نے اس کی نسبت فرمایا:
"بغداد میں میں ایسی چیز چھوڑ آیا ہوں جسے زندیقوں نے ایجاد کیا ہے۔" (رسالہ وجد وسماع' ص ۷۱)

امام مالکؒ واہل مدینہ کا طرز عمل

دوسری جگہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ۔

"اسحاق بن موسیٰ نے امام مالک سے سوال کیا کہ اہل مدینہ کس قسم کے گانے کو مباح سمجھتے تھے۔ امام مالکؒ نے جواب دیا: یہ فعل ہمارے ہاں صرف فاسق ہی کرتے ہیں"۔

یہ تصریح ان کے مذہب کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

"بعض لوگوں نے امام مالک کی نسبت کہا ہے کہ انہوں نے ستار اور سارنگی سے شغل کیا ہے۔ یہ ایک سخت تہمت ہے جو جاہلوں نے ایجاد کی ہے' یہ میں نے اس لئے بیان کر دیا کہ ابوعبدالرحمٰن سلمی اور محمد بن طاہر مقدسی نے اس باب میں بکثرت حکایات و آثار نقل کئے ہیں' جو لوگ علم صحیح اور احوال سلف سے واقف نہیں ہیں وہ ان کی تحریروں سے دھوکے میں پڑ سکتے ہیں۔"

سچی جھوٹی روایات

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ:

"شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی میں نیکی' زہد' دین اور تصوف تھا مگر وہ اپنی کتابوں میں

اپنے مقصود کے مطابق تمام غث و سمین اور رطب و یابس روایات جمع کر گئے ہیں' چنانچہ ان کی کتابوں میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو دین میں نفع پہنچا سکتی ہیں اور ایسی باتیں بھی ہیں جو ناواقفوں کے لئے نقصان رساں بھی ہیں' بعض اہل علم نے ان کی روایت قبول کرنے میں تامل کیا ہے۔ حتیٰ کہ امام بیہقیؒ جب ان سے روایت کرتے تھے تو تصریح کر دیا کرتے تھے کہ یہ ابو عبدالرحمٰن نے ہمیں اپنی اصل کتاب سے سنایا ہے۔ محمد بن طاہر مقدسی اچھے محدث تھے' حدیث اور رجال حدیث سے پوری واقفیت رکھتے تھے مگر اکثر متاخر محدثین اور اہل زہد کی طرح وہ بھی ہر غث و سمین کو جمع کر دیا کرتے تھے۔" (رسالہ وجد و سماع' ص ۶۱)

واضح رہے کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کے بعض شائع کردہ رسائل میں زیادہ تر انہی دونوں حضرات کی روایات پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین کے مصنف مرتضیٰ زبیدی کا سہارا بھی یہی روایات و آثار ہیں۔

عبداللہ بن جعفرؓ کی طرف بھی یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ گانے بجانے سے دلچسپی لیا کرتے تھے' اگر اس روایت کو کسی درجے میں درست مان لیا جائے تو اس کا جواب وہی ہے جو امام ابن تیمیہؒ نے دیا ہے:

"یہ کہنا اور بھی مضحکہ انگیز ہے کہ فلاں فلاں ولی اللہ نے ایسا کیا ہے' اور اگر یہ صحیح ہو تو دوسرے بکثرت اولیاء نے اس کی مذمت کی ہے۔ ایک ولی اللہ' دوسرے ولی اللہ پر اعتراض کر سکتا ہے۔ اولیاء اللہ میں باہمی جنگ بھی ہو چکی ہے۔ جنگ صفین میں جب طرفین کی فوجیں بڑھیں تو لوگوں نے کہا کہ جنتی جنتیوں سے لڑنے چلے ہیں ... اگر ولی اللہ کسی مکروہ یا ممنوع فعل کا مرتکب ہو تو اس پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ ایسے ہفوات اور لغزشوں سے ولی اللہ اپنی ولایت سے محروم نہیں ہو جاتا ہے پھر یہ بھی ہرگز ثابت نہیں کہ اولیاء سلف میں سے کسی نے بھی ایسے بدعتی سماع میں شرکت کی ہو جو دلوں کو شدید فتنوں میں مبتلا کر دے۔" (رسالہ وجد و سماع' ص ۶۰)

امام ابن تیمیہؒ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ جمل اور صفین میں صحابہؓ کی شرکت یہ معنی نہیں رکھتی کہ قتال بین المسلمین جائز ہے۔

اسی طرح بالفرض صحابہؓ میں سے اگر کسی صاحب نے غناء سے دلچسپی لی بھی ہے تو اس کا معنی یہ نہیں ہیں کہ قرآنی اصول، قابل اعتماد احادیث اور جمہور صحابہ اور سلف صالحین کے مسلک کو نظرانداز کر کے عبداللہ بن جعفرؓ کے مسلک کو "اسوۂ حسنہ" قرار دے دیا جائے، بشرطیکہ ان کی طرف غناء کی نسبت صحیح طور پر ثابت بھی ہو۔

سلف صالحین کا مسلک

ابو بکر طرطوشی لکھتے ہیں کہ ابراہیم بن سعد اور عبید بن حسن العنبری قاضیٔ بصرہ یہ دونوں غناء کے قائل تھے، لیکن ان کا یہ مسلک جماعت مسلمین کے یکسر خلاف تھا، امت میں کوئی بھی اس بارے میں ان کا ہم نوا نہیں ملتا۔ (اغاثۃ اللھفان، ص ۱۲۲)

علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں کہ عز بن عبدالسلام اور ابن دقیق العیدؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سماع کے قائل تھے بے بنیاد اور سر تا سر جھوٹ ہے۔ (تفسیر روح المعانی، ج ۲۱ص ۶۸)

ائمہ اربعہ کا مسلک

علامہ آلوسیؒ امام طرطوشی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ غناء کی حرمت کے قائل تھے، اہل کوفہ اور اہل بصرہ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سفیان، حماد، شعبی، ابراہیم نخعی سب کا یہی مسلک تھا۔ امام مالک بھی اس کی حرمت کے قائل تھے۔ ان کا ایک فتویٰ ہے کہ اگر لونڈی خریدے اور بعد میں وہ مغنیہ ظاہر ہو تو مشتری اسے عیب دار قرار دے کر واپس کر سکتا ہے۔ امام مالک سے اہل مدینہ کے طرز عمل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "انما یفعلہٗ عندنا الفُسّاق" یعنی ہمارے ہاں یہ کام فاسق فاجر لوگ کرتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ بھی اس حرمت کے قائل تھے۔ امام محترم کے صاحبزادے عبداللہ نے غناء کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا کہ غناء دل میں نفاق کا بیج بوتا ہے۔ امام شافعی اسے مکروہ مشابہ باطل قرار دیتے ہیں۔ ان کا فتویٰ ہے کہ جو اس

(باقی صفحہ ۵۰ پر)